اسلامی نقطہ نظر سے تشکیل خاندان میں زوجین کا کردار و ذمہ داری

AN ISLAMIC PERSPECTIVE THE ROLE OF SPOUSES IN THE FORMATION OF A FAMILY

Dr. Ambreen Atiq
Assistant Professor, Greenwich University, Karachi, Pakistan:
dr.ambreenatiq@greenwich.edu.pk

Abstract:

A family is considered to be the basic foundation of society. It is the primary institution for developing the core moral values, ethics and norms of society. Islam provides the basic rules and laws for the establishment of a family, based on the mutual rights and duties of husband and wife. In order to maintain a balance and harmony in a family Islam assign certain roles and parameters to both husband and wife. Islam emphasized the importance of the duties and clearly mention both genders their limitations and boundaries. Wives are entrusted with managing the house chores and responsible for the nurturing of their kids, while husbands are responsible for earning and the provider's for the family. Allah consider man as a Qawwam who is responsible for the maintenance of the family affairs, safety and for the right conduct of family members. Allah created man with certain qualities, abilities and powers, which make them responsible for performing these tasks. Allah also granted man a degree superior to woman to fulfill the responsibility of governing the family. This superiority is not in the sense of ruling, dictatorship or in honor or excellence, but in the sense of responsibilities and duties assigned to man. On the other hand, a righteous woman is demanded to be obedient to her husband, in order to maintain the discipline of the family. Both these governance and obedience is meant to be owning the family responsibilities and it would be the willingly duties for

both spouses, not a burden or enforced obligation.
Keywords: *Family, Institution, superiority, obedience, safeguard, maintenance*

معاشرے کی تشکیل و تعمیر میں قیام خاندان کی حکمت و مصلحت:

اللہ تعالی نے معاشرے کی بقا اور فلاح و بہبود کے لئے مرد و زن کے توسط سے توالد و تناسل کا ذریعہ فرمایا۔ اس ضمن میں دونوں اصناف کے درمیان فطری طلب اور کشش ودیعت کی تاکہ وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں اور محبت اور انسیت نازل کی تاکہ وہ دونوں اصناف باہمی رفاقت سے ایک دوسرے کے مونس و غم گسار ثابت ہوں اور زندگی کی شاہراہ پر ایک دوسرے کے بہترین رفیق بنیں۔ اور نسل نو کی حفاظت اور پرورش و تربیت میں معاون و مددگار ہوں۔ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سورہ الروم میں ارشاد ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ[1]

ترجمہ: اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان کی طرف مائل ہو کر آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لئے ان باتوں میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

نیز سورۃ الاعراف میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا[2]

ترجمہ: وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے راحت حاصل کرے۔

---

[1] الروم 30/31

[2] الاعراف، ۷/۱۸۹

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اس زمین پر رنگ و بو انسانی تمدن و معاشرت کے بل بوتے پر قائم ہے۔ انسانی معاشرت کی پہلی اینٹ مرد و زن کے باہمی تعلق سے وجود میں آتی ہے جس کو نکاح سے منسوب کیا جاتا ہے، یہی انسانی تمدن میں عائلی نظام کی ابتدا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"عائلی نظام عورت اور مرد کے اس مستقل اور پائدار تعلق سے بنتا ہے جس کا نام نکاح ہے۔ اس تعلق کی بدولت افراد کی زندگی میں سکون، استقلال اور ثبات پیدا ہوتا ہے۔ یہی چیز ان کی انفرادیت کو اجتماعیت میں تبدیل کرتی ہے۔ اور انتشار کے میلانات کو دبا کر انہیں تمدن کا غلام بناتی ہے۔ اس نظام کے دائرے میں محبت اور امن و ایثار کی وہ فضا پیدا ہوتیہے جس میں نئی نسلیں صحیح اخلاق، صحیح تربیت اور صحیح قسم کی تعمیر سیرت کے ساتھ پروان چڑھ سکتی ہیں[3]

یہ نظام قدرت ہے کہ مرد و زن اس کائنات کا نظام چلانے کے لئے ایک دوسرے کے معاون اور محتاج ہیں۔ ان کی فطرت میں ایک دوسرے کی ضرورت، چاہت اور طلب رکھ دی گئی ہے۔ اس ضمن میں مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"بنانے والے نے بالارادہ اس غرض کے لئے یہ انتظام کیا کہ مرد اپنے فطرت کے تقاضے عورت کے پاس اور عورت اپنی فطرت کی مانگ مرد کے پاس پائے اور دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہو کر سکون و اطمینان حاصل کریں۔ یہی وہ حکیمانہ تدبیر ہے جسے خالق نے ایک طرف نسل انسانی کے برقرار رہنے کا اور دوسری طرف انسانی تہذیب و تمدن کو وجود میں لانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ نوع انسانی میں تہذیب و تمدن کے رونما ہونے کا بنیادی سبب یہی ہے کہ خالق نے اپنی حکمت سے مرد و عورت میں وہ مانگ، وہ پیاس، وہ اضطراب کی کیفیت رکھ دی ہے جسے سکون میسر نہیں آتا جب تک وہ ایک دوسرے سے جڑ کر نہ رہیں۔ یہی سکون کی طلب ہے جس نے انہیں مل کر گھر بنانے پر مجبور کیا ہے۔ اسی کی بدولت انسانی زندگی میں تمدن کا نشو نما ہوا ہے۔[4]

---

[3] مودودی، سید ابولاعلی، پردہ، (لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، ۲۰۰۰) ص: ۹۲، ۹۳

([4] مودودی، سید ابولاعلی، تفہیم القرآن (لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۹۹) ج: ۳، ص: ۴۶۷

مرد وزن کے درمیان پختہ، مضبوط اور محبت و مودت پر مبنی تعلق رشتہ ازدواج کی بنیاد ہے۔ ازدواجی زندگی کی کامیابی ایک پائیدار اور مستقل خاندان کے وجود کا سبب بنتی ہے۔ اس رشتہ کی وضاحت قرآن میں نہایت خوبصورت تمثیل سے دی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

"هُنَّ لِبَاس لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاس لَّهُنَّ"[5]

ترجمہ: وہ تمھاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔

یہ تمثیل مرد و عورت کے مضبوط رشتہ کی وضاحت کرتی ہے۔ جس طرح لباس جسم کے لئے لازم و ملزوم ہے، اظہار زینت ہے، باعث پردہ پوشی ہے، رازدار و امین ہے، اسی طرح ازواج کی حیثیت ایک دوسرے کے لئے اہم ہے۔ لباس جسم کے لئے باعث حسن ہے اور اس کے عیبوں کی پردہ پوشی کرتا ہے اور اس کی خوبصورتی کی علامت ہے اسی طرح ازدواج کا رشتہ بھی درحقیقت ایک دوسرے کے لئے حسن کی ضمانت ہے اگر وہ لباس کے مانند ایک دوسرے کے لئے کردار ادا کرے۔ مرد و زن ایک دوسرے کے پردہ پوش، رازدان، امین، باعث اظہار و زینت، باعث اطمینان و سکون ہوں تو اس رشتہ کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ لہذا عورت کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اس رشتہ کی خوبصورتی بڑھائے اور اس کی پائیداری اور استحکام کے لئے اپنا مثبت کردار ادا کرے۔

اللہ تعالی نے عورت کو مرد کی رفاقت کے لئے چنا، اور زندگی کے نشیب و فراز میں اس کو رفیقہ حیات بناتے ہوئے بطور مونس و غمگسار، معاون و مددگار، مہر و وفا اور ہمدرد ٹھہرایا۔ اللہ تعالی نے مرد کی فطرت میں تند خوئی، سختی، کرختگی، درشتگی اور وحشت کو سرفہرست رکھا ہے، یہ عورت کا ہی وجود ہے جو مرد کی فطرت میں محبت و مسرت، شائستگی اور تہذیب، اور ایثار و قربانی جیسے لطیف جذبات کو فروغ دیتی ہے۔ اور اس کارگاہ حیات میں جینے کے نئے اطوار سکھاتی ہے۔ عورت مرد کے لئے نہ صرززو فباعث سکون اور رحمت ہے بلکہ مرد کی آدمیت و انسانیت کی ضامن بھی ہے۔

---

[5] البقرہ، ۲/۱۸۷

عورت کے دم سے ہی مرد کے اندر موجود فطری خیر و خوبی اور باکمال صلاحیتیں ابھر کر سامنے آتی ہیں۔ عورت ہی مرد کے لئے تکمیل ذات ہے اور اس کے نفسانی و روحانی سکون کا سبب بھی عورت ہی ہے۔ محمد قطب لکھتے ہیں:

"ہر مرد کو عورت کی ضرورت ہے اور ہر عورت مرد کے لئے ناگزیر ہے۔ صرف اس لئے نہیں کہ ان دونوں کی جسمانی ضرورت اور جبلی تقاضا ہے بلکہ اس لئے بھی ان میں سے ہر ایک اپنے شریک حیات کے ساتھ رہتے ہوئے الفت و محبت، نرمی و مہربانی جیسے نفسیاتی جذبات محسوس کرتا ہے اور یہ ایسے جذبات ہوتے ہیں جو مرد دوسرے مرد کے ساتھ رہ کر اور ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ اوقات گزار کر حاصل نہیں کر سکتی۔[6]

مرد و عورت کے ملنے سے ہی ایک خاندان کا وجود عمل میں آتا ہے۔ یہ خاندان ہی ہے جو نسل نو کی بارآوری اور بقا کا واحد ادارہ ہے، جو آنے والے نو مولود کو ماں باپ کی سرپرستی، شفقت اور محبت اور ذمہ داری سے ہم کنار کرتا ہے۔ گھر ہی عائلی زندگی کی بنیاد ہے جو تہذیب و تمدن، حیات اجتماعی اور قومی زندگی کا سرچشمہ ہے۔ ایک کامیاب اور پائیدار معاشرے کی ضمانت ہے، جہاں نسل نو کی صحیح اخلاقی معاشرتی و مذہبی تربیت و پرورش ممکن ہے۔

خاندان کے قیام میں عورت کا کردار

خاندان کی تنظیم میں مرد و عورت برابر کے ذمہ دار ہیں۔ ایک خاندان کو انتشار و فساد اور لڑائی جھگڑے سے بچانے کے لئے اللہ تعالی نے مرد کو سرپرست اور نگران بنایا ہے اور اس کے اختیارات اور دائرہ کار کو واضح کیا ہے، ساتھ ہی عورتوں کے لئے بھی کچھ احکام و قوانین نازل کئے ہیں۔

قرآن مجید عورت کے بہترین کردار کی وضاحت کرتا ہے اور مثالی عورت جو کہ مرد کے لئے باعث سکون و طمانیت ہو، صفات بیان کرتا ہے۔ ارشاد ہے:

---

[6] محمد قطب، اسلام اور جدید مادی افکار، مترجم: سجاد احمد کاندھلوی (لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۷)، ص: ۳۶۶

"فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰت حٰفِظٰت لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ"[7]

ترجمہ: تو جو نیک بیبیاں ہیں وہ فرمانبردار ہوتی ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں مال و آبرو کی خبر داری کرتی ہیں۔

یہاں مسلمان عورت کے لئے صالحہ کا لفظ بطور صفت استعمال ہوا ہے۔ جس کے برخلاف آگے چل کر "نشز (نشوزھن)" کی تعبیر بیان کی گئی ہے۔ المنجد کے مطابق:

الصالحه :مونث الصالح، الصالح، درست، ٹھیک، نیک، حقوق وذمہ داریوں کو پورا کرنے والی۔ اتتنی صالحة من فلان: فلاں کی طرف سے مجھ کو نعمت یا بھلائی پہنچی۔[8]

فالصٰلحات سے مراد نیک اور مومنہ عورت، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت گزار ہو، راہ راست پر ہو، اور اپنے ذمہ عائد کردہ حقوق و فرائض کو بخوبی پورا کرنے والی ہو۔ نیک اور صالحہ عورت اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک بہترین نعمت ہے، جو اللہ بھلائی کی صورت میں کسی کو عطا کرتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

"انما الدنيا متاع وليس من متاع الدنيا شيئ افضل من المراءة الصالحه[9]

ترجمہ: دنیا عارضی فائدے کی چیز ہے اور دنیا کے سازوسامان میں نیک عورت سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

نیک اور صالحہ عورت کی اولین ذمہ داریوں میں سے ہے کہ وہ اپنے شوہر کے لئے بہترین رفیق حیات ثابت ہوتے ہوئے اس کے لئے دنیا میں سکون و عافیت کا باعث ہو، اور اس کے لئے بہترین متاع حیات ثابت ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

---

[7] النساء، ۴/ ۳۴

[8] لوئس معلوف، المنجد، (کراچی، کتب خانہ دارالاشاعت، ۱۹۷۵)، ص

[9] ابن ماجہ، امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ (کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن) ص ۱۳۳

"قیل الرسول اللّٰہﷺ :ای النساء خیرقال التی تسرہ اذا نظروتطیعہ اذا امرہ ولا تخالفہ فی نفسھاومالھابما یکرہ[10]

ترجمہ: کسی نے پوچھا رسول اللہ ﷺ عورتوں میں سے کون سی عورت اچھی ہوتی ہے یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا جو اپنے خاوند کو خوش کرے۔ جب وہ دیکھے اسکی طرف اور جب وہ حکم کرے تو بجالاوے اور مخالفت نہ رکھے اس سے اپنے جی میں اور اپنے مال میں جو خاوند کو برا لگے۔

قرآن و حدیث کی رو سے عورت کے حسن و جمال اور زیب و آرائش کا سب سے زیادہ حق دار اس کا شوہر ہے، لہذا عورت کی سج دھج اس کے شوہر ہی کے لئے ہونی چاہیے نہ کہ ملنے جلنے والوں کے لئے اور غیر مردوں کے لئے۔ شوہر کا اولین حق ہے کہ اس کی بیوی کی زیب و آرائش اسی کے لئے ہو۔ لہذا عورت کے اولین فرائض میں سے ہے کہ وہ اپنے شوہر کے لئے نہ صرف ظاہری زیب و زینت کا اہتمام کرے اور اس کی نگاہوں میں محبوب بنے، بلکہ اس کی تمام تر مساعی باطنی خوب سیرتی کی اصلاح میں صرف ہوں تاکہ وہ شوہر کی روحانی تسکین کا سبب بنے۔ جامع ترمذی میں حضرت میمونہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"مثل الرافۃ فی الزینۃ فی غیر اھلھاکمثل ظلمۃیام القیامۃ لا نورلھا[11]

ترجمہ: مثال اترانے والے کی سنگار کر کے اپنے شوہر کے سوا اور لوگوں کے لئے ایسی ہے جیسے اندھیرا قیامت کہ دن کہ اس میں روشنی بالکل نہیں۔

ازدواجی زندگی کے نشیب و فراز میں عورت کی شکل و صورت اور حسن و جمال سے زیادہ اہم اس کا اخلاق اور سیرت ہوتی ہے۔ ازدواجی سعادت حاصل کرنے کے لئے عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے حسن جمال اور دیگر ظاہری خوبیوں سے زیادہ اپنے اخلاق اور سیرت کو بہتر بنائے۔ اور ان اوصاف کو اپنائے جن سے ازدواجی زندگی خوشگوار اور

---

[10] نسائی، امام ابو عبد الرحمن، سنن نسائی (حلب، مکتب المطبوعات السلامیہ، ۱۹۸۶)، ج ۶، ص ۶۸

[11] ترمذی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی (ملتان، فاروقی کتب خانہ) ج ۱، ص ۴۱۷

پر سکون ہو۔ عورت باعث سکون ہے اور اس کی غرض و غایت شوہر کو ازدواجی سکون و قرار فراہم کرنا ہے، اس بات کو سمجھتے ہوئے عورت کے اولین فرائض میں سے ہے کہ وہ اپنے نفس کی اصلاح کرے اور اپنی خامیوں پر قابو پاتے ہوئے شوہر کی رضامندی اور خوشی کے اسباب فراہم کرے۔ اس ضمن میں عورت کی بہترین خوبی اطاعت گزاری ہے۔ اس ضمن میں عورت کی دوسری خوبی "قٰنتٰت" بیان ہوئی ہے۔ امام راغب اصفہانی "قٰنتٰت" کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''القنوت کے معنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنے کے ہیں ۔اس بنا پر آیت کریمہ:وقومه للهقنتين(۲۳۸/۲) اور خدا کے آگے ادب سے کھڑے رہا کرو۔ بعض نے" قانتين" کے معنی"طائعين" کئے ہیں۔ جیسے کہ آیت کریمہ:كل له قنتون(۱۱۶/۲)سب اس کے فرمانبردار ہیں ۔جیسے کہ : والقنتين والقنتت(۳۵/۳۳) اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں۔ لہٰذا"فالصلحت قنتت(۳۴/۴)" توجہ نیک بیبیاں ہیں وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں۔[12]

سید قطب قنوت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''القنوت کے معنی ہوتے ہیں توجہ، ارادہ، رغبت اور دلی چاہت سے اطاعت کرنا جس میں کوئی جبر نہ ہو، کوئی دباؤ نہ ہو اور جس میں کمتری اور سستی نہ ہو۔ اس لئے قرآن نے قانتات کہا ہے طائعات نہیں۔ اس لئے کہ پہلے لفظ کا مفہوم نفسیاتی ہے اور اس کے اوپر نرمی اور تازگی کا پرتو موجود ہے۔[13]

زوجین کے مابین الفت و محبت کی وضاحت کے لئے قانتہ کا لفظ بہترین ہے۔ شوہر اور بیوی کے درمیان کسی جبر، ظلم ،زور زبردستی کا رشتہ قائم نہیں رہ سکتا۔ زوجین کے مابین رشتہ زندگی بھر کے لئے ہوتا ہے، اس بات کا متقاضی ہے کہ

---

[12] اصفہانی، امام راغب، مفردات القرآن، مترجم: مولانا عبدہ فیروزپوری (لاہور، شیخ شمس الحق، س ن) ج ۲، ص ۳۱۲

[13] سید قطب، فی ظلال القرآن، مترجم: سید معروف شاہ شیرازی (لاہور، ادارہ منشورات اسلامی، ۱۹۹۷) ج ۲، ص ۷۸، ۷۷

یہ رشتہ خلوص، باہمی انسیت، رواداری اور محبت و مؤدت کی مضبوط بنیادوں پر قائم ہو۔ اس رشتہ کا حسن ہے کہ مرد پوری رضا و رغبت سے عورت کی ذمہ داری اٹھائے، اور عورت بھی سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے آپ کو شوہر کی اطاعت میں سونپ دے۔ اس کے احکامات کی بجا آوری کے لئے ہر دم تیار رہے، اور اس کی بھرپور کوشش ہو کہ وہ اپنے شوہر کے لئے باعث سکون بنے۔

عورت کی اطاعت گزاری ہی سے گھر کا نظام مستقل اور مضبوط بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔ اسلام نے معاشرتی نظم و ضبط کے لئے گھر کی اکائی کو نہایت اہم مقام دیا ہے اور اس کی حفاظت اور پائیداری کے لئے نہایت متوازن اصول و ضوابط مقرر کئے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم ترین عورت کی اطاعت گزاری ہے۔ اسلام نے عورت کے لئے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کو اللہ تعالی کی اطاعت اور فرائض شریعہ کی ادئیگی کے برابر ٹھہرایا ہے۔ سنن ابن ماجہ میں مروی ہے:

"فانی لو کنت امرا احدا ان یسجد لغیر اللّٰہ ،لامرت المراۃ ان تسجد لزوجھا۔والذی نفس محمد بیدہ لا تودی المراۃ حق ربھا حتی تودی حق زوجھا[14]

ترجمہ: اگر میں کسی کو اللہ کے سوا کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے ۔قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، عورت اپنے رب کا حق ادا نہیں کر سکتی، جب تک اپنے خاوند کا حق ادا نہیں کرتی۔

عورت کی جنت اور دوزخ کو شوہر کی خوشنودی کے ساتھ منسلک کر دیا ہے۔ نیک عبادت گزار عورت کی عبادت اس صورت میں وزن رکھتی ہے جب کہ وہ شوہر کی خوشنودی کے لئے سعی کرے اور جائز امور میں اس کی اطاعت

---

[14] سنن ابن ماجہ (کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن)، ص ۱۳۳

کرے۔

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ کہ انھوں نے رسول اللہ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے:

"ایما امراۃ ماتت، وزوجھا عنھا راض، دخلت الجنۃ"[15]

ترجمہ:جو عورت اس حال میں فوت ہوئی کہ اس کا خاوند اس سے خوش تھا تو وہ جنت میں جائے گی۔ شوہر کے لئے عورت کی اطاعت صرف معروف کے ساتھ مقید ہے۔ عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ غیر معروف میں شوہر کی فرمانبرداری اور اطاعت کرے کیونکہ اللہ کی نافرمانی میں بندوں کی اطاعت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ شوہر کی نافرمانی کے حکم کی حتی الامکان مخالفت کرے، تاکہ اس کے لئے روز قیامت حجت قائم رہے۔اس ضمن میں حضرت آسیہ کی مثال قابل ذکر ہے۔

"قانتات" کے برعکس عورتوں کی جس قسم کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے وہ ہے "نشوزھن"یعنی سرکش عورتیں۔ مفردات القرآن کے مطابق:"النشز" بلند زمین کو کہتے ہیں۔ نشز فلان عن مقرہ کا محاورہ ہے جس کے معنی کسی کے اپنی قرار گاہ سے اوپر ابھر آنے کے ہیں اور ہر اوپر اٹھنے والی چیز کو ناشز کہا جاتا ہے۔ نشوز المرۃ کے معنی عورت اپنے شوہر کو برا سمجھنے اور سرکشی کرنے اور کسی دوسرے مرد پر نظر رکھنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے:والٰتی تخافون نشوزھن ،[16]اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی (اور بدخوئی) کرنے لگی ہیں۔[17]

سید قطب اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[15] سنن ابن ماجہ، ایضا، ص ۱۳۳

[16] ایضاً

[17] مفردات القرآن، ایضا، ج ۲، ص ۴۹۰

"رہیں وہ عورتیں جو صالحات نہیں ہیں تو وہ سرکش ہیں۔ناشزات کے معنی یہ ہیں کہ کوئی نشز پر کھڑا ہو یعنی اونچے مقام پر جو ہر طرف سے نظر آتا ہو۔اس لفظ کے ذریعے اللہ تعالی نے نفسیاتی صورتحال کی حسی تعبیر کی ہے۔ناشز دراصل اپنی نافرمانی کو جائز سمجھتا ہے ،علی الاعلان گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور سرکشی اختیار کرتا ہے۔[18] عورت کے لئے نشز کا لفظ اختیار کرنا صنف عورت کے برخلاف ہے۔عورت کے معنی ہیں چھپی ہوئی چیز۔جس کے وجود کا ہر حصہ ،ہر وصف چھپائے جانے کے لائق ہے ،وہ جسم ہو یا آواز ،خوشبو ہو یا سنگھار ،وہ سراپا چھپائے جانے کی حقدار ہے۔بے پردگی ،عریانی ،اور سرکشی صالحہ عورت کا شیوہ اور خاصہ نہیں ہو سکتا۔عورت حالت نشوز میں روحانی طور پر عریاں اور بے پردہ ہو جاتی ہے۔اور اس کی نسائیت سر عام رسوا ہو جاتی ہے۔

عورت کا نسوانی جوہر اس کے چھپائے جانے میں مضمر ہے چاہے وہ ظاہری طور پر ہو یا روحانی طور پر۔ خاندانی نظام کی تنظیم میں اللہ نے عورت کو مرد کا تابع اور فرمانبردار بنایا ہے۔اس کے سارے شخصی حقوق کے ساتھ اسپر لازم ہے کہ وہ مرد کی اطاعت کرے۔ عورت کے لئے نشز کا لفظ استعمال کرنے کی وجہ ہے کہ عورت حالت نشوز میں اپنے مقام اور حیثیت کو بھول کر مرد کی برابری اور قوت آزمائی کے لئے جب میدان میں قدم رکھتی ہے تو اس کی سرکشی کا آغاز ہو جاتا ہے۔اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں معاشرتی بے راہروی کی بنا پر عورت آزادی اور بے جا اختیارات کا مطالبہ کرے ،یا شوہر سے ان امور کی طلبگار ہو جن کے وہ مکلف نہیں ہوں یا جن کہ وہ اہل نہ ہوں ،یا شوہر کی کم آمدنی اور محدود وسائل میں گزارانہ کرتے ہوئے ،زیادہ کی فرمائش کرے اور گھر کے ماحول کو جھگڑے اور فساد سے کشیدہ کرے ،شوہر کے حقوق کیادائیگی میں کوتاہی برتے ،یا شوہر کی بے عزتی اور بے توقیری کرے ،یا شوہر کے ہوتے ہوئے دوسرے مردوں کی طرف رغبت ظاہر کرے ،اور سب سے بڑھ کر اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کو برحق سمجھتے ہوئے ان پر اصرار کرے۔ ان تمام صورتوں میں اللہ مرد کو اختیار دیتا ہے کہ وہ مرحلہ وار تادیب کے تحت عورت کی

---

[18] فی ظلال القرآن ،ایضا ،ج ۲ ،ص ۷۸

اصلاح کرے۔ اور کسی بھی انتہائی اقدام سے بچنے کے لئے تادیب کے اصول کو مد نظر رکھے۔ کیونکہ تعلق زن وشو میں بگاڑ صرف دو لوگوں کا بگاڑ نہیں ہوتا بلکہ یہ معاشرے کی بنیادی اکائی کا بگاڑ ہوتا ہے جس کے اثرات نہ صرف معاشرے میں رونما ہوتے ہیں بلکہ خاندان اور بچے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اولاد والدین کی سب سے پہلے پیروی کرتی ہے، ایک ماں کی سرکشی اور بے راہ روی سب سے پہلے اس کی اولاد کو متاثر کرے گی، اپنی ماں کو صحیح سمجھتے ہوئے اولاد بھی اسی نقش قدم پر چلے گی کیونکہ ماں کی گود بچے کی پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے، اس تربیت گاہ سے سیکھنے والے اثرات تاحیات ذہنوں پر نقش رہتے ہیں۔ لہٰذا نئی نسل آنے والی زندگی میں جو بگاڑ پیدا کرے گی اس کی ذمہ دار ماں کی غلط روش قرار پائے گی۔ ایک عورت پورے خاندان کی کامیابی کی بھی ضمانت ہے اور اس کے خسارہ کی بھی ذمہ دار۔ عورت کی سرکشی کی وجہ سے نئی نسل بربادی اور بے راہروی کا شکار ہو سکتی ہے نیز ایک عورت کی لغزش سے آنے والی نسل نفسیاتی، اعصابی اور دوسرے جسمانی امراض کا شکار بن جاتی ہے۔

اسی بنا پر اللہ تعالی نے مرد کو قوام بناتے ہوئے خاندان کی اخلاقی و اصلاحی نگرانی اور سرپرستی کا حکم دیا ہے۔ نیز مرد کو ذمہ دار بناتے ہوئے اصلاح کے لئے مناسب اقدامات کرنے کا اختیار بھی دیا ہے جس کے تحت مرد کو بطور اصلاح مرحلہ وار تادیب کا حکم دیا ہے۔ تاکہ گھر کے ادارے میں انفرادی غلطیوں اور کوتاہیوں کی بروقت اصلاح کر دی جائے کہ دلوں کا فساد مزید خطرناک صورت حال اختیار کر کے اجتماعی زندگی کے بگاڑ کا سبب نہ بنے۔ عورت کے لئے تادیب کا حکم بطور سزا یا ظلم نہیں ہے بلکہ یہ ایک اصلاحی کوشش ہے کہ گھر کا معاملہ گھر ہی میں حل کر دیا جائے اور معاشرتی جگ ہنسائی کا سبب نہ بنے۔ لہٰذا عورت کے لئے لازم ہے کہ وہ مصلحت خداوندی کو سمجھتے ہوئے عائلی قوانین کو سمجھے، اطاعت اور فرمانبرداری سے کام لے اور تادیبی امور کی نوبت نہ آنے دے، اور اپنی شوہر کی جانب سے عائد کردہ معروف احکامات اور پابندیوں کو مثبت انداز میں لے نہ کہ ظلم و ستم کی یلغار سمجھتے ہوئے نشوز کی طرف راغب ہو۔

عورت کے لئے اطاعت گزاری کے بعد جس وصف کا ذکر ہوا ہے وہ ہے:

"حٰفِظٰت لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰه"[19]

ترجمہ: ان کے پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں مال و آبرو کی خبر داری کرتی ہیں۔

صالح اور اطاعت گزار عورت کا یہ وصف ہوتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عزت وناموس اور اس کے حقوق کی محافظ ہوتی ہے۔نہ صرف اس کے پیٹھ پیچھے اس کے گھر اور اس کی عزت کی حفاظت کرتی ہے بلکہ اس کی موجودگی میں بھی اس کی عزت وناموس کی پاسدار ہوتی ہے،اور ان حقوق کو پامال نہیں کرتی جو ایک شوہر کا حق ہیں۔اس بات کا پابند اس کو اللہ کرتا ہے کہ وہ اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کرے،اور یہی اس کے ایمان کی ضمانت ہے۔اس میں اللہ کی اطاعت اور خوشنودی مقصود ہے کہ وہ پاکدامن رہے،اور شوہر کی وفادار رہے۔شوہر کی مرضی اس ضمن میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی کہ وہ اپنی بیوی کو خلاف شرع معاملات کی اجازت دے اور عورت ان کو اپنے لئے جائز قرار دے لے یا لازم سمجھے۔امر الٰہی میں کسی بھی قسم کے سمجھوتے کی اجازت نہیں۔بلکہ نہ عورت مسلوب الاختیار ہے اور نہ ہی مرد۔اس ضمن میں سید قطب لکھتے ہیں:

اس حفظ کے میدان میں ایک ہی حکم ہے وہ یہ کہ عورت پر فرض ہے کہ وہ اللہ کے حفظ کی حدود میں اپنی حفاظت کرے۔یہاں عورت کی حفظ ذات کے لئے قرآن نے امر کا صیغہ استعمال نہیں کیا بلکہ ایسا انداز بیان اختیار کیا ہے جو صیغہ امر سے بھی زیادہ موکد ہے۔اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ یہ حفاظت ان ذرائع کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالی حفاظت فرماتے ہیں اور یہ انداز حفاظت صالحات کے مزاج اور صلاح وتقوی کا عین تقاضا ہے۔[20]

عورت کے ایمان اور تقویٰ کی بنیاد اس کی پاکدامنی میں ہے۔عورت کا ایمان اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ اللہ کے احکامات کی پابند ہو،اپنے شاہر کی اطاعت گزار ہو،پاکدامن ہو اور حدود الٰہی سے تجاوز کرنے والی نہ ہو۔

---

[19] النساء،۴/ ۳۴

[20] فی ظلال القرآن،ایضا،ج ۲،ص ۷۸

اسلام کا تصور قوامیت :

اللہ تعالی نے بحیثیت انسان مرد وزن میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ جس نفس واحدہ سے اللہ نے مرد کو پیدا کیا اسی سے اللہ نے عورت کو پیدا کیا ہے۔ در حقیقت مرد و عورت ایک ہی بیج سے اگنے والی دو شاخیں ہیں اور ایک ہی مٹی سے نمو پانے والی دو صنفیں ہیں۔ جن کو باری تعالی نے خاص مقصد کے تحت پیدا کیا ہے۔ دونوں ہی محترم ہیں، حقوق و فرائض کے حامل، اور تقوی کی بنیاد پر اجر و ثواب کے حقدار۔ گویا مرد وزن اللہ کے کنبے کے افراد ہیں جو کہ اپنی اپنی فطرت کے مطابق قوتیں، قابلیتیں، تقاضے اور مطالبات رکھتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالی نے مرد وزن کے لئے ان کے رجحانات اور میلانات کے مطابق دائرہ کار مرتب کیا ہے۔ کائنات کا عدل و توازن اس بات کا متقاضی ہے کہ تمام اشیاء اپنے طے شدہ وضائف کو ادا کریں، جیسے سورج و چاند ستارے اپنے اپنے مدار میں اپنے اپنے طے شدہ وضائف کو ادا کر رہے ہیں اور ایک دوسرے سے باہمی ٹکراؤ سے بچے ہوئے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

"لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ"[21]

ترجمہ: نہ تو سورج ہی سے یہ ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔

لہٰذا مرد وزن کو سورج و چاند کی طرح اپنے اپنے رجحانات و میلانات کے مطابق قدرت کے مقرر کردہ دائرہ کر میں مصروف عمل رہنا چاہئے، اور ایک دوسرے کے اختیارات و دائرہ کار میں خلل اندازی سے گریز کرنا چاہئے، تاکہ قدرت کی طرف سے جو مقاصد زندگی طے کردہ ہیں ان کو بخوبی سرانجام دیا جاسکے۔ اسلام زندگی کے ہر ہر معاملے میں نظم وضبط کا قائل ہے، قدرت کے سارے وضائف، عبادات سے لے کر معاملات تک، سب کے سب نظم ضبط کے پابند ہیں۔ گھر یا خاندان، انسانی تمدن کا بنیادی ادارہ ہے جہاں انسان کی پیدائش، پرورش، تربیت اور حفاظت ممکن

---

[21] یٰس ۳۶/ ۴۰

ہے۔ کسی بھی معاشرے کی پائداری، مضبوطی اور استحکام کا دارو مدار اسی گھر کے نظم وضبط پر منحصر ہے۔ گھر انسان سازی کا اولین ادارہ ہے لہٰذا ضروری ہے کہ یہ ادارہ مضبوط و مستحکم ہو۔ خاندانی نظام کی درستگی اور دوام کے لئے اسلام قوامیت کا اصول پیش کرتا ہے، جس کی رو سے خاندانی نظام کے دستور، مقاصد، فرائض اور حفاظت کے لئے لازم ہے کہ اس کا کوئی نگران، سرپرست اور ذمہ دار ہو، نیز خاندان کی نشو نما اور بقا کے لئے ضروری ہے کہ اس کا نظام دستور مضبوط اصولوں اور بنیادوں پر استوار ہو۔

اسلام کا عطا کردہ عائلی نظام نہ صرف زوجین کے مابین تعلقات کی نوعیت کو واضح کرتا ہے بلکہ ان کی حیثیت اور اختیارات اور دائرہ کار کو بھی کھول کر بیان کرتا ہے۔ اسلام انسانوں کی فطرت اور صلاحیت کی بنا پر اختیارات کا تعین کرتا ہے۔ نیز ان کے دائرہ کار اور حقوق و فرائض کو بھی مد نظر رکھتا ہے جو قدرت کی طرف سے عائد کئے گئے ہیں۔ لہٰذا اسلامی نظام حیات کے تحت مرد وزن کے ذمہ اختیارات کو عدل و انصاف کے ساتھ بانٹا گیا ہے۔ اسلام کا نظریہ قوامیت بھی درحقیقت خاندانی تنظیم میں صلاحیتوں اور قابلیتوں کی بنا پر اختیارات کی تقسیم ہے۔ اس کی رو سے اللہ تعالی نے خاندان کی سربراہی اور نگرانی کی ذمہ داری مرد پر عائد کرتے ہوئے اس کو خصوصی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ فطری طور پر اللہ تعالی نے مرد کو انتظامی قابلیتوں سے نوازا ہے، وہ اس بات کا اہل ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کی جملہ مادی و روحانی ضروریات کا کفیل بنے، نیز اس کی حفاظت اور معاش کا سبب بنے۔ اسی بنا پر اللہ تعالی نے مرد کو قوام کا درجہ عطا کیا ہے۔ ارشاد ہے :

"اَلرِّجَالُ قَوّٰمُونَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ "[22]

ترجمہ: مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لئے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

---

[22] النساء، ۴/ ۳۴

مرد کی حیثیت خاندان کے لئے حاکم کی سی ہے جو خاندان کی حفاظت، نگرانی اور کفالت کا ضامن ہو۔ یہاں مرد کے لئے قوامون کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ قوامون لفظ جمع ہے قوام کی جس کے معنی حفاظت و نگرانی کے ہیں۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ"[23]

ترجمہ: اللہ کے لئے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جایا کرو۔

گویا مرد عورتوں کی حفاظت کے ضامن ہیں۔ نیز ان کے معاملات اور اخلاق کے محافظ اور نگران بھی۔

لسان العرب کے مطابق: الرجال متكلفون بامور النساء مرد عورتوں کے امور کے کفیل ہیں۔[24]

المنجد کے مطابق قوّمون (ق و م) قام یقوم (ن) سے فعال کے وزن پر اسم مبالغہ کی جمع ہے۔ اس کا صلہ علیٰ آئے تو معنی ہوتا ہے: حفاظت و نگہبانی کرنا۔ ضرورتوں کا خیال رکھنا، نگہداشت کرنا۔[25]

قوام و قیم مبالغہ کا صیغہ ہے "من القيام على شيئ والاستبداد بالنظر فيه وحفظه بالاجتهاد "[26]

علامہ زمخشری قوامیت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

يقومون عليهن آمرين ناهين ،كما يقوم الولاة على الرعايا وسمواقواما لذلک[27]

مولانا مودودی قوام کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

---

[23] المائدہ، ۸/۵

[24] ابن منظور افریقی، جمال الدین محمد بن مکرم ،لسان العرب (دار صادر، بیروت ،س ن)ج ۱۲، ص۵۰۳

[25] لوئس معلوف، المنجد، مترجم: مولانا عبدالحفیظ بلیاوی (لاہور، مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۹) ص ۱۶۰

[26] القرطبی ،ابو عبدلله محمد بن احمد، الجامع الاحکام القرآن (دارالکتاب العربیه للطباعةوالنشر القاہرہ، س ن) ج۵، ص۱۶۹

[27] الزمخشری، جاء اللہ محمود بن عمر، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، (دار لکتب العربی، بیروت، ۱۹۴۶) ج۱، ص۵۰۵

"قوام یا قیم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی حفاظت اور نگرانی کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔[28]

مرد کو قیم اور سربراہ بنانے کی حکمت اس بات میں مضمر ہے کہ اللہ تعالی نے مرد کو طبعی اعتبار سے عورت پر فوقیت بخشی ہے یعنی مرد عورت کے مقابلے میں جسمانی اور دماغی قویٰ میں برتری رکھتے ہیں۔ اس بات کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

"بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْض [29]

ترجمہ: اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے۔

اسی فضیلت کی بنا پر اللہ تعالی نے مرد کی فطرت میں مضبوطی، پختگی، سمجھ بوجھ، سخت جانی، محنت کا عنصر غالب ہے۔ وہ جلد حالات سے متاثر نہیں ہوتا اور اور نہ ہی جذباتیت سے مغلوب ہوتا ہے۔ نیز مرد کی فطرت میں معاشی بھاگ دوڑ کا جذبہ، جنگ و جدال کی خصلت سرفہرست ہے۔ پروفیسر ثریا بتول علوی ایک تحقیق کے حوالے سے لکھتی ہیں:

"مرد و عورت کا فرق پیدائشی اور فطری ہے۔ مرد مسائل کو حل کرنے میں زیادہ بہتر ثابت ہوتے ہیں، جبکہ عورتوں کی سوچ میں جذباتیت غالب ہوتی ہے۔ پھر مرد قوت اور بہادری میں عورتوں سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ مرد میں سختی، قوت اور عزیمت ہے جبکہ عورت میں نزاکت، لطافت اور نرمی ہے۔ ریاضی میں بھی عورتوں کے مقابلے میں افضل ہیں۔ وہ کسی بھی مسئلے میں آگے بڑھ کر اقدام کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ ان میں قائدانہ صلاحیتیں عورتوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔ دراصل عورت و مرد کے ہارمون ہی جدا جدا ہیں، وہی دونوں صنفوں میں فرق پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ عموماً مردوں کا دماغ عورتوں کے دماغ سے 100 گرام بڑا ہوتا ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق عورت کا

---

[28] تفہیم القرآن، ایضا، ج ۱، ص ۳۴۹

[29] النساء، ۴/ ۳۴

دل بھی چھوٹا ہے، پھیپڑے اور جگر بھی مرد سے چھوٹے ہوتے ہیں۔ ان سارے حقائق کی مثالیں ہمیں روزمرہ زندگی میں عام ملتی ہیں۔ مرد معاش کے لئے بڑی دوڑ دھوپ کر سکتا ہے، صنعت و حرفت، زراعت اور دوسرے میدانوں میں مشکل اور محنت طلب کام کر سکتا ہے، شدائد کا مقابلہ کرنے اور ان سے عہدہ برآ ہونے میں اس کی صلاحیت عورتوں سے بڑھ کر ہے۔[30]'

عکاشہ عبدالمنان الطیبی مرد کی قوامیت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"مرد فطری طور پر حاکم اور سربراہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، زندگی کے میدان میں ذمہداریوں کا بوجھ برداشت کرنے کے لئے عورت کی نسبت مرد مضبوط ارادوں اور قوتوں کا مالک، بڑے بڑے پلان اور منصوبے مرد طے کرتا ہے۔ جنگی معرکوں کی قیادت مردوں کے زیر انتظام ہے اور حکومت کا انتظام اور پختگی مردوں کی بدولت ہے۔ مرد کی سربراہی اور نگرانی عورت کی شخصیت اور عزت و احترام میں خلل انداز نہیں ہو سکتی۔ اس عظیم نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے قرآن کریم میں انتہائی مناسب لفظ "قوامون" بولا جو عظیم معنی کی نشاندہی کرتا ہے۔ یعنی مرد اصلاح کرنیوالے اور انصاف پسند ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ جبر کے ذریعے کنٹرول کرنے والے ہیں۔ مرد کے اختیار اور نگرانی کا دارومدار گھر کی مصلحت، خدا کے حکم پر استقامت اور حقوق کی ادائیگی پر موقوف ہے۔[31]

مرد کی یہ ساری صلاحیتیں اور قابلیتیں قدرت کی طرف سے ودیعت کردہ ہیں اور مرد کو عورت سے ایک درجہ برتری عطا کرتی ہیں نیز اس کو اس بات کا اہل بناتی ہیں کہ اس کو قوام تسلیم کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی مرد کی معاشی فوقیت اس کو قوام ثابت کرتے ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے:

---

[30] ثریا بتول علوی، پروفیسر، جدید تحریک نسواں اور اسلام (لاہور، منشورات، ۲۰۰۰)، ص ۸۸، ۸۷

[31] الطیبی، عکاشہ عبدالمنان، تحفہ ازدواج، مترجم: مولانا محمود احمد (کراچی، ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۵)، ص ۲۰۲

"وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ" [32]

ترجمہ: اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مرد کو عورت پر صرف جسمانی فضیلت ہی نہیں بلکہ معاشی طور پر بھی اس کو عورت پر فوقیت حاصل ہے، نیز عورت کی کفالت اور اس کا نان نفقہ بہر حال ہر صورت میں مرد کے ذمہ ہے۔ حکمت خداوندی اس بات میں مضمر ہے کہ قوی اور کامل جنس کو کمزور جنس کی ضروریات کی فراہمی کا پابند بنایا جائے۔ اسی بنا پر مرد کو کسب معاش کا ضامن بناتے ہوئے اس کو عورت کے نان نفقہ، اور کفالت کا ذمہ دار بنایا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآاٰتٰهُ اللّٰه" [33]

ترجمہ: صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے اور جس کے رزق میں تنگی ہو جتنا اللہ نے اس کو دیا ہو اس کے موافق خرچ کرے۔

اللہ تعالی نے مرد کی اس ذمہ داری کو بہترین صدقہ میں گردانا ہے اور اس کو موجب ثواب قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری میں ابو مسعود انصاری سے روایت ہے:

"فقال عن النبیﷺ قال اذا انفقٍ المسلم نقة على اهله وهو يحتسبهاكانت له صدقه۔ [34]

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا جب مسلمان آدمی اپنی جورو بال بچوں پر اللہ کا حکم ادا کرنے کی نیت سے خرچ کرے تو اس میں اس کو صدقے کا ثواب ملے گا۔

---

[32] النساء، ۴/ ۳۴

[33] الطلاق، ۶۵/ ۷

[34] صحیح بخاری (کراچی قدیمی کتب خانہ، ۱۹۶۱) ج ۲، ص ۸۰۷

اللہ تعالی نے عورت کو فکر معاش سے آزاد کر کے نسل نو کی پرورش و تربیت کی ذمہ داری عائد کی ہے، اور اس کو گھر کے انتظامی نظم و نسق میں مرد کی اطاعت کا پابند کر دیا ہے۔ اور مرد کے لئے لازم قرار دیا ہے کہ وہ احسن طریقے سے اپنی معاشی ذمہ داری کو ادا کرے، کیونکہ اس کی عورت پر فوقیت اس برتے پر ہے۔ حامد حسن بلگرامی لکھتے ہیں:

"اگرچہ مردوں کو جسمانی اور معاشی و سیاسی فضیلت حاصل ہے تاہم وہ اس وقت تک اس فضیلت کے حامل رہ سکتے ہیں جب تک وہ ان کے سرپرست کی صحیح ذمہ داریاں ادا کرتے رہیں اور ان پر رقم خرچ کرتے ہیں۔ بصورت دیگر وہ اس برتری کے اہل نہ رہیں گے۔[35]

گویا مرد کی قوامیت فطرت کی طرف سے ودیعت کردہ ہے جس کے تحت مرد کو خاص صلاحیتوں سے نوازا گیا ہے ۔ انہی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے مرد کی ذمہ داریوں کو عورت کی نسبت زیادہ رکھا گیا ہے۔ مردانہ و زنانہ خصلتیں اور صلاحیتیں انسانی خلیہ کی پیدائش کے ساتھ تخلیق پائی گئیں اور اسی خلیہ کی تقسیم اور بڑھوتری سے ان خصلتوں اور صلاحیتوں کو فروغ ملا۔ لہٰذا مرد ہو یا عورت اس کی فطرت میں قدرت کی جانب سے عطا کردہ اساسی خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں، اسی بنا پر دونوں کی جسمانی اور نفسیاتی صلاحیتوں میں فرق واضح ہے جو دونوں کے مختلف دائرہ کار کا تعین کرتا ہے۔

قوامیت کی ضرورت و اہمیت:

خاندانی نظام کی درستگی اور دوام کے لئے اسلام قوامیت کا اصول پیش کرتا ہے ۔ خاندانی نظام کے دستور ، مقاصد، فرائض اور حفاظت کے لئے لازم ہے کہ اس کا کوئی نگران اور ولی وارث ہو۔ نیز خاندان کی نشوونما اور بقا کے

---

[35] بلگرامی، حامد حسن، فیوض القرآن (دہلی، س ن) ج ا، ص ۷۹

لئے ضروری ہے کہ اس کا نظام دستور مضبوط بنیادوں پر استوار ہو۔ خاندان اجتماعی معاشرے کی پہلی اینٹ ہے۔ جس قدر یہ بنیاد مضبوط اور پائیدار ہو گی، معاشرے میں اسی قدر سکون و اطمینان ہو گا، اور ترقی و کامیابی کی راہیں اسی قدر واضح ہوں گی۔ زوجین کے مابین تعلق در حقیقت خاندان کے ادارے کی تنظیم اور درستگی کی بنیادی کڑی ہے۔ اس ضمن میں زوجین کے درمیان اختیارات کا دائرہ کار دونوں کی حیثیت اور حدود کو متعین کرتا ہے۔ اسلام انسانوں کی فطرت، مزاج، اور صلاحیت کی بنا پر اختیارات کا تعین کرتا ہے۔

نیز ان حقوق و فرائض کو بھی مد نظر رکھتا ہے جو قدرت کی طرف سے عائد کئے گئے ہیں۔ لہٰذا اسلامی نظام حیات کے تحت مرد و زن کے اختیارات کو عدل و انصاف کے ساتھ بانٹا گیا ہے۔ اسلام کا نظریہ قوامیت بھی در حقیقت خاندانی تنظیم میں اختیارات کی تقسیم ہے، جس کی رو سے اللہ تعالی نے خاندان کی سربراہی اور نگرانی کی ذمہداری مرد پر عائد کرتے ہوئے اسے خصوصی اختیارات اور قابلیتوں سے نوازا ہے۔ جب کہ اس کے مد مقابل صنف نازک کو تخلیق کیا گیا اور اس کی حفاظت اور کفالت کی ذمہ داری بھی مرد پر ڈال دی گئی۔

بحیثیت انسان مرد و زن دونوں برابر ہیں۔ کسب و کمائی، اجر و عمل میں یکساں حقدار اور مسؤل، لیکن صلاحیتوں کی بنا پر اللہ تعالی نے مرد و عورت کے دائرہ کار میں فرق رکھا ہے۔ مرد کے لئے معاشی میدان کو مسخر کیا ہے تو عورت کے لئے گھر کی محفوظ چار دیواری کو چنا ہے جہاں وہ نسل نو کی پیدائش، رضاعت، پرورش اور تربیت میں مصروف عمل رہے۔ اسی بنا پر عورت کی جسمانی ساخت کو حمل و رضاعت، اور پرورش و تربیت کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ اور اس کی نفسیاتی اور جذباتی فطرت کو بچے کی تربیت و پرورش میں معاون و مددگار ثابت کیا گیا ہے۔

مرد و زن کے درمیان صلاحیتوں اور قابلیتوں کا فرق اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو مخصوص ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے تیار کیا گیا ہے، عورت کی ذمہ داریاں اس کی صلاحیت اور قابلیت کی بنا پر اور مرد کی ذمہ داریاں اس کی صلاحیت اور قابلیت کے مطابق۔ لیکن اگر ان کے ذمہ وہ ذمہ داریاں ڈال دی جائیں جن کے وہ اہل نہ ہوں تو ان کی

صلاحیتیں بھی متاثر ہوں گی جن کے لئے ان کو پیدا کیا گیا ہے۔ جیسے کہ اگر عورت کے ذمہ تمدنی، معاشی، اور سیاسی ذمہ داریاں ڈال دی جائیں تو وہ اپنی مادرانہ اور امور خانہ ذمہ داریوں اور فرائض کو بخوبی سر انجام نہ دے پائیں گی۔ اگرچہ مرد و عورت کی عقلی و ذہنی صلاحیتوں میں اختلاف نہیں بلکہ بسا اوقات عورت مرد کی غیر موجودگی میں وہ سارے وضائف بخوبی سر انجام دے سکتی ہے جو کہ مرد کی ذمہ داریوں میں شمار کئے جاتے ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ عورت اپنے مزاج اور نفسیات کے بر خلاف ذمہ داریاں اٹھا تو لیتی ہے لیکن وہ جلد ہی تھک جاتی ہے اور اکثر اوقات امور خانہ داری اور مادرانہ وضائف سے فرار حاصل کرنے لگتی ہے۔

یہ بات امر ہے کہ جب بھی معاشرے میں قدرت کے فیصلوں کے خلاف عمل درآمد کیا گیا، معاشرے میں انتشار، بے چینی، گراوٹ اور فساد پیدا ہوا۔ نہ صرف خاندان کا نظم و نسق برباد ہوا بلکہ معاشرتی تنظیم بھی بری طرح متاثر ہوئی۔

جس طرح اللہ تعالی نے مرد کی فطرت میں حکمرانی، سرپرستی اور نگرانی ودیعت کی ہے، اسی طرح نفسیاتی طور پر عورت کی فطرت میں مرد کی سرپرستی اور حفاظت کی محتاجگی رکھی ہے۔ سید قطب لکھتے ہیں:

"عورت کی یہ نفسیاتی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے اوپر کوئی مرد قوام اور حکمران ہو اس لئے کہ خاندان کے اندر مرد کی حاکمیت اور برتری فطری امر ہے۔ اگر عورت کو مرد کی سرپرستی حاصل نہ ہو تو وہ اپنے آپ کو محروم، ناقص اور بد حال سمجھتی ہے۔ یہ صورت حال اس وقت مشاہدے میں آتی ہے جب وہ کسی ایسے شخص کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہوتی ہے جس کے اندر سرپرستی اور قوام ہونے کی صلاحیت نہ ہو اور وہ یہ حیثیت عورت کے سپرد کر دے۔ دور جدید

کی گم کردہ راہ اور بے راہ عورتیں بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہیں کہ عورت کی فطرت میں ہے کہ اس کا کوئی سرپرست اور حاکم ہو۔[36]

نیز مرد کی قوامیت سے محروم گھرانے بھی معاشرتی طور پر نہایت ابتر حالات میں رہتے ہیں اور اکثر و بیشتر بے راہروی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سید قطب اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''ایسا خاندانی ادارہ جس میں باپ کی قوامیت نہ ہو، اس خاندان کے اندر پرورش صحیح نہیں ہوتی، مثلاً اس صورت میں کہ مرد کی شخصیت کمزور ہو اور بچوں پر والدہ کی شخصیت چھا جائے۔ یا ایسی صورتوں میں جہاں باپ موجود ہی نہ ہو ،فوت ہو چکا ہو یا ایسے خاندان جن میں اولاد کا کوئی قانونی سرپرست اور باپ ہوتا ہی نہیں، ایسے خاندانوں میں بچے بد اخلاق اور ناقص شخصیت کے مالک ہوتے ہیں اور کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ وہ انحراف اور بے راہ روی سے بچ نکلیں۔ نیز ایسے بچے اعصابی اور نفسیاتی اعتبار سے اور اخلاقی اور عملی اعتبار سے کامل شخصیت کے مالک ہر گز نہیں ہوتے۔[37]

لہٰذا یہ بات طے شدہ ہے کے عورت اپنی زندگی کے کسی بھی دور میں مرد کی سرپرستی اور نگرانی اور کفالت سے بے نیاز نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ مرد کی ذمہ داری صرف معاش کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ کار پوری زندگی پر حاوی ہے۔ اگرچہ عورت موجودہ دور میں معاش کی ذمہ داری نبھا رہی ہے لیکن اس پر کسی کی کفالت کی ذمہ داری نہیں ہوتی اور اسلامی قانون شریعت کی وجہ سے بھی عورت مہر، میراث اور نان نفقہ کی حقدار بنتی ہے تو عموماً عورت معاشی طور پر افضل ہو سکتی ہے۔ لیکن اس سے یہ بات کسی صورت میں اخذ نہیں کی جا سکتی کہ عورت کہ اس بنا پر مرد پر فضیلت حاصل ہو جائے اور وہ مرد کی قوامیت سے بے نیاز ہو جائے۔

---

[36] فی ظلال القرآن، ایضا، ص ۷۶

[37] فی ظلال القرآن، ایضا، ج ۲، ص ۷۶، ۷۷

قوامیت کا دائرہ کار:

خاندان میں نظم و ضبط اور اطمینان و سکون کے لئے اللہ تعالی نے قوامیت کا اصول لاگو کیا ہے اس کا کسی طور پر بھی آمریت ،جبر اور تسلط سے کوئی تعلق نہیں ،اور نہ ہی اس سے مراد حکومت اور غلبہ اور لامحدود اختیارات کی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے یہ محض خاندان کے انتظامی یونٹ میں مرد وزن کے مقام و مرتبہ اور اختیارات کی تقسیم ہے تاکہ خاندان فساد ،انتشار اور بگاڑ سے محفوظ رہے۔ مولانا مودودی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خاندان کے اندر اسلام نے مرد کو ناظم کی حیثیت دی ہے تاکہ وہ اپنے گھر میں ضبط قائم رکھے۔ بیوی کو شوہر اور اولاد کو ماں اور باپ دونوں کی اطاعت و خدمت کا حکم دیا ہے۔ ایسے ڈھیلے ڈھالے خاندانی نظام کو اسلام پسند نہیں کرتا جس میں کوئی انضباط نہ ہو اور گھر والوں کیا خلاق و معاملات کو درست رکھنے کا کوئی ذمہ دار نہ ہو۔ نظم بہر حال ایک ذمہ دار ناظم ہی سے قائم ہو سکتا ہے اور اسلام کے نزدیک اس ذمہ داری کا باپ ہی فطرۃً موزوں ہے مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ مرد کو گھر کا ایک جابر قاہر فرماں رواں بنا دیا گیا ہے اور عورت ایک بے بس لونڈی کی حیثیت سے اس کے حوالے کر دی گئی ہے۔ اسلام کے نزدیک ازدواجی زندگی کی اصل روح محبت و رحمت ہے۔ عورت کا فرض اگر شوہر کی اطاعت ہے تو مرد کا بھی یہ فرض ہے کہ اپنے اختیارات کو اصلاح کے لئے استعمال کرے نہ کہ زیادتی کے لئے۔[38]

اسلام نے مرد کو انتظامی امور میں عورت پر ایک درجہ فوقیت عطا کی ہے تو عورت کی شخصی آزادی اور حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے حقوق کو بھی واضح کیا ہے۔ کسی طور پر بھی عورت کے حقوق کی پامالی کی اجازت نہیں۔ اللہ تعالی نیعورتوں کو نازک آبگینوں سے تشبیہ دی ہے اور اس کے حقوق کو محفوظ کیا ہے۔ اسلام میں عورت کے حقوق کے تحفظ کی وضاحت کرتے ہوئے نعیم صدیقی لکھتے ہیں:

---

[38] مودودی، سید ابوالاعلی، اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات (لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۹۳) ص ۳۶۱، ۳۶۲

"مدنی بہبود کے لئے اگر چہ مردوں اور عورتوں کے دائرہ کار مختلف ہیں اور انتظامی ضرورت سے اگر خاندان کی قیادت مردوں کے ہاتھ میں دی گئی ہے تو اس کے معنی ہر گز نہیں کہ عورت کسی کی لونڈی اور داسی بن کر رہ جائے۔ اسلام نے اسے ملکیت، عزت نفس، اظہار خیال سیاسی اور معاشرتی حقوق کے لحاظ سے مردوں کے ساتھ مساوات دی ہے ۔ بہ حیثیت ماں کے اولاد کے لئے اس کا روحانی و اخلاقی مرتبہ باپ سے بھی بلند تر ہے۔[39]

قوامیت کی اصل روح خیر خواہی، محبت و مودت، شفقت و رحمت، رہنمائی و رہبری میں مضمر ہے۔ مرد کا کردار بیوی کے لئے ایک شفیق رہنما و رہبر، ہمدرد مشیر، مخلص منتظم، اور ایک خیر خواہ کی مانند ہونا چاہئے تا کہ عورت بھی دل و جان سے اس کی اطاعت گزار و فرمانبردار ثابت ہو۔ نکاح کا مضبوط بندھن مرد و زن کو اس بات کا پابند کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے باعث اطمینان و سکون ثابت ہوں، اس ضمن میں مرد اس بات کا ذمہ دار ہے کہ وہ قدرت کی جانب سے عائد کردہ ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے نبھائے، جب کہ عورت کے لئے شوہر کی خوشنودی اور اطاعت گزاری لازم آتی ہے۔ اگر چہ نکاح محبت و مؤدت، باہمی تعاون اور اطمینان و سکون کا ضامن ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس رشتے میں جبر، ظلم و زبردستی، آمریت اور استبداد کے ساتھ ان تمام چیزوں کا حصول ہو۔ مرد کا جبر اور ظلم و استبداد، اور زور زبردستی کے ساتھ اپنے احکام منوانا اور عورت کو ان باتوں کا پابند کرنا جن کی وہ مکلف نہ ہو اور عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ نشوز کا رویہ اختیار کرنا اور اس کی اطاعت اور خدمت گزاری سے منہ موڑنا، در حقیقت وہ بنیادی غلطیاں ہیں جو عائلی نظام کو تباہی سے دوچار کرتی ہیں۔ نعیم صدیقی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"اسلام نے ازدواجی رشتہ کا جو مزاج مقرر کیا ہے وہ ایسا نہیں ہے کہ ایک دفتری نظام ہو جہاں ایک طرف سے حکم جاری ہوتے ہوں اور دوسری طرف سے فدویانہ زبان میں عرضی پرچے لکھے جائیں۔ نہ ازدواجی زندگی کوئی کاروباری معاملہ ہے۔ یہ رابطہ رفاقت کا ہے، دوستی کا ہے اور رحمت و مودت کا ہے۔ عورت کو مرد کے لئے وجہ سکون قرار دیا گیا

---

[39] نعیم صدیقی، عورت معرض کشمکش میں (لاہور، ادارہ معارف اسلامی، ۱۹۹۳)، ص: ۶۳

ہے۔ لیکن جس عورت کو اس کا شوہر کبھی ضروریات سے محروم کر کے، کبھی ذہنی اذیت دے کر، کبھی فریضہ تحفظ میں کوتاہی دکھا کر، کبھی مار پیٹ کر کے اور کبھی گھر سے نکال کر پریشان حال رکھے تو وہ سرمایہ تسکین اور وسیلہ مسرت کیسے بنے گی۔ رحمت و محبت اور تسکین و مودت کی فضا کو اگر شوہر تباہ کر دے تو پھر خالی اس کے حکم جاری کرنے سے زندگی نہیں سنور سکتی۔[40]

اسلام مرد و زن کے مابین قوامیت اور اطاعت کا ایسا بہترین توازن قائم کرتا ہے جو مرد و زن کے درمیان تمام اختلافات اور نزاعات کا خاتمہ ممکن بناتا ہے۔ ایک خاندان کے قیام میں بنیادی ستون اس بات پر منحصر ہے کہ زوجین کے مابین تعلقات محبت، الفت، مووت اور ایثار و قربانی پر قائم ہوں، یہ صرف اس صورت پر ممکن ہے کہ باہمی تعلقات میں اطاعت اور قوامیت کا توازن قائم رہے اور حقوق و فرائض کو خوش اسلوبی سے ادا کیا جائے۔

حاصل کلام:

اللہ تعالی نے معاشرے کی تشکیل میں خاندان کے وجود کو ناگزیر قرار دیا ہے۔ خاندان کا قیام درحقیقت عورت کی اطاعت اور مرد کی قوامیت پر انحصار کرتا ہے۔ خاندان کی تشکیل و قیام میں عورت کے لئے مرد کی اطاعت ہرگز اس بات کا پیش خیمہ نہیں ہے کہ عورت مرد سے کمتر یا حقیر ہے بلکہ درحیقت یہ عورت کے لئے اصول و قوانین کا ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو اس کے لئے حدود اور ذمہ داریوں کا دائرہ کار مختص کرتا ہے اور اس کے اوپر ڈالے گئے خود ساختہ بوجھوں کو اتارتا ہے۔ اسلام عورت کہ نہ صرف معزز مقام عطا کرتا ہے بلکہ اس کو بحیثیت انسان مرد کے مساوی سارے امتیازات اور حقوق عطا کرتا ہے۔ کسی حال میں بھی وہ مرد سے کم تر نہیں کہ اس کے ساتھ لونڈی غلاموں والا سلوک کیا جائے اور اس کا استحصال کیا جائے۔

---

[40] عورت معرض کشمکش میں، ایضا، ص ۷۲

مرد کی قوامیت اس بات کی اجازت کسی طور نہیں دیتی کہ عورت کے ساتھ ناروا سلوک رکھا جائے، یا اس کی حق تلفی کی جائے، یا اس کے ساتھ کسی بھی قسم کا ظلم روا رکھا جائے۔ عورت پر مرد کی فضیلت، حاکمیت کی بنا پر نہیں ہے بلکہ یہ محض انتظامی ذمہ داریوں کی بنا پر ہے، کہ مرد کہ اللہ تعالی نے اضافی صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا ہے اور اس کو اس بات کا اہل قرار دیا ہے کہ وہ عورت کے اور گھر کے اندرونی و بیرونی معاملات کی بخوبی نگرانی کر سکے۔

در حقیقت اس میں عورت کے لئے آسانیاں فراہم کی گئی ہیں کہ اس کو بہت سی ذمہ داریوں سے چھوٹ عطا کی گئی ہے۔ اس کے لئے گھر کا دائرہ کار مختص کرتے ہوئے، شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری میں ہی اس کی کامیابی کی ضمانت فراہم کی گئی ہے۔ اور مرد کے لئے عورت سے بہترین حسن سلوک کو اس کی خوبی اور وصف قرار دیا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ میں بیشتر مثالیں ملتی ہیں جو ازدواجی زندگی میں قوامیت کی بہترین مشعل راہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ اپنی بیویوں کے مزاج اور فطرتوں سے بخوبی آشنا تھے اور اسی کے مطابق وہ ان کے ساتھ پیش آتے تھے۔ حضرت خدیجہ کے ساتھ گزری ہوئی طویل رفاقت ہو، یا حضرت عائشہؓ کی کم عمری کی مثال، واقعہ افک ہو یا معاملہ تحریم، آپ ﷺ نے تمام خوشگوار اور ناخوشگوار حالات میں نہایت محبت، شفقت، نرمی اور رواداری کا مظاہرہ کیا۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ انہوں نے قوامیت کے اختیارات کا کہیں بے جا استعمال کیا ہو۔ کبھی آپ نے اپنی بیویوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کی۔ نہ ہی کسی کی بے جا طرف داری کی، نہ کبھی ڈانٹ ڈپٹ کی، یا ہاتھ اٹھایا، اور نہ ہی بطور شوہر کسی ناجائز بات کو منوایا۔ بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کی بہترین مثالیں ہم کو اسوۃ حسنہ میں ملتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ اپنے اہل خانہ کے ساتھ نہایت خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے، ان کی دل جوئی فرماتے تھے، ان کے ساتھ ہنسی مذاق اور دل لگی فرماتے تھے، نیز ان کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی اپنے گھر والوں کو اذیت نہیں دی بلکہ ان کی جانب سے پہنچنے والی تکلیفوں پر بھی کبھی شکوہ شکایت نہیں کی۔

لہٰذا اسوۃ حسنہ کی پیروی ہی گھریلو زندگی کے توازن کی ضامن ہے۔ اس توازن کے لئے لازم ہے کہ مرد وزن قوامیت اور اطاعت میں افراط و تفریط کا شکار نہ ہوں۔ نہ مرد کے لئے اجازت ہے کہ وہ قوامیت کی بنا پر عورت کے لئے مطلق العنان حاکم ثابت ہوں اور عورت کو بے جا اور غیر شرعی احکامات کا پابند کریں۔ اور نہ ہی عورت کے لئے اجازت ہے کہ وہ شوہر کی اطاعت میں حد سے گزر جائیں اور ان تمام غیر شرعی احکامات پر کاربند ہوں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے خلاف ہوں۔ یا اس کی اطاعت کے دائرہ کار سے نکل کر سرکشی اور بغاوت پر آمادہ ہوں۔

درحقیقت ازدواجی زندگی میں اصول قوامیت اور اطاعت ان احکام و قواعد کا بنیادی جزو ہیں جن پر تمدن کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ یہ احکام و قواعد باری تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں جن کی بجاآوری میں ہی انسان کی بھلائی اور کامیابی مضمر ہے۔ انہی احکامات کے تحت مرد کی قوامیت درحقیقت عورت کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے، اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے چشم پوشی اور درگزر کرتے ہوئے، اس کے حقوق کی ادائیگی کے لئے ذمہ دار بننا ہے۔ اور عورت کے لئے بھی شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری محض شوہر کی خوشنودی و رضامندی نہیں بلکہ اللہ کی رضا کے لئے شوہر کی مطیع و فرمانبردار بننا، اور اس کے حقوق کی بجاآوری کے لئے مستعد رہنا ہے۔ انہی اصولوں قواعد کی پابندی ہی ازدواجی زندگی کی کامیابی، پائیداری اور استحکام کے لئے واجب کا درجہ رکھتی ہے۔